مقصدِ اُمّت اور اخوّت ومحبّت

حافظ انجینئر عمیر انور☆

اللہ سبحانہ‘ وتعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ انسانوں کا باہم اتحاد و اتفاق سے گزر بسر کرنا اور ایک دوسرے کے جائز حقوق کا خیال رکھنا‘ بالفاظِ دیگر عدل پر قائم رہنا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر باہم احسان وکرم کو پروان چڑھانا‘ ان کی بقائے باہمی‘ فلاح و بہبود اور ان مقاصد کی تکمیل کے لیے از حد ضروری ہے جن کے حصول کے لیے انہیں اس زمین میں آباد کیا گیا ہے۔ بالخصوص موجودہ دور میں جبکہ پورا روئے ارضی ایک چھوٹے سے گاؤں (global village) کی شکل اختیار کر چکا ہے اور دوسری جانب مختلف ممالک واقوام نے ایسے ہلاکت خیز ہتھیار و آلات تیار کر لیے ہیں جن کے اثر سے روئے زمین سے انسانیت کا نام ونشان تک مٹایا جا سکتا ہے۔ پھر انسانوں کو مختلف ممالک میں تقسیم کر کے باہمی آویزش کی نہ ختم ہونے والی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ ایسے حالات میں انسانوں کے لیے کسی ایسی بنیاد کا فراہم ہونا انتہائی اہم ضرورت کی شکل اختیار کر چکا ہے جو انہیں ایک عالمگیر برادری کے رشتے میں جوڑ کر باہمی اتحاد واشتراک کی دولت سے فیض یاب کر سکے۔ اس امر میں بھی ہرگز کوئی شبہ نہیں کہ وہ واحد بنیاد جو پوری عالمِ انسانیت کو بلاتفریق رنگ‘ نسل‘ علاقہ‘ زبان وقومیت ایک عالمگیر برادری کی شکل دے سکتی ہے صرف دین اللہ یعنی اسلام کے پاس موجود ہے اور اسی نے انسانیت کو اس عظیم نعمت سے روشناس کرایا ہے۔ یہ بنیاد توحید باری تعالیٰ اور وحدتِ خالق کا تصور ہے جو ہمارے دین نے انسانوں کے سامنے واضح کیا ہے۔ انسان کی فطرت میں محبت والفت کا جو شدید حاسہ رکھا گیا ہے‘ جس کا اظہار قدیم زمانے میں مظاہرِ قدرت کی پرستش وڈنڈوت کی صورت میں سامنے آتا رہا ہے اور آج بھی سیاسی لیڈروں اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ اندھی محبت اور بالخصوص نوجوانوں میں اپنے ہیروز اور آئیڈیلز کی چاہت میں دیوانگی کی حد تک چلے جانے کی کیفیت میں سامنے آتا ہے‘ اس جذبے کا صحیح مصرف ہمارے دین نے یہ قرار دیا ہے کہ اسے اپنے خالق و مالک اللہ سبحانہ‘ وتعالیٰ کے ساتھ شدید وارفتگی کی شکل میں ظاہر ہونا چاہیے۔ اسی کے نتیجے میں اس کی مخلوق کے ساتھ تعلق ورویہ میں بھی اس کا پرتو اور عکس خیر خواہی اور ہمدردی کی شکل میں نظر آنا چاہیے۔ یہی وہ اخلاقی تربیت اور طرزِ تعمیر ہے کہ جس کی بدولت انتشار وافتراق کا خاتمہ کرتے ہوئے ہمارا دین دنیا کے تمام انسانوں کو ایک عالمگیر اخوت کے رشتے میں جوڑتا ہے۔

یہ امر بھی تاریخِ انسانی کے عظیم ترین المیوں میں سے ایک ہے کہ موجودہ مادی ودجالی تہذیب کے نظریات اور فلسفوں کے اثرات نے بحیثیتِ مجموعی انسان کے ذہن سے تصورِ خالق پر اعتقاد وتیقن کو بُری طرح متزلزل کر

☆ استاذ‘ قرآن اکیڈمی ڈیفنس‘ کراچی۔ ای میل: UmairAnwar@QuranAcademy.com

دیا ہے‘ جس کے نتیجے میں مذہب سے ایک عمومی بُعد پیدا ہو چکا ہے اور علم وحی کی جانب سے توجہات بالعموم ہٹ چکی ہیں۔ پھر اسی تہذیب نے آزاد اور خدا بیزار ترقی یافتہ اقوام کو مزید مادی ترقی اور غلبہ واقتدار کے حصول کی ایسی حرص وہوس میں مبتلا کر دیا ہے کہ جس کی بدولت وہ دیگر ممالک واقوام کے وسائل ہڑپ کر کے انہیں پوری طرح باج گزار بنا کر حیوانی سطح پر لے آنا چاہتی ہیں۔ ان اقوام کی یہی خواہشِ تفوق (Urge to dominate) پورے عالم انسانیت کو ایک بہت بڑی تباہی کے گڑھے کے کنارے تک نہ صرف پہنچا چکی ہے بلکہ اس میں گرایا ہی چاہتی ہے۔ اس انجامِ بد سے بچاؤ کا جو واحد راستہ اب انسانیت کے پاس بچا ہے وہ یہی ہے کہ اسے اپنے خالق کی رسی یعنی دین اللہ کی تعلیم کے دامن سے اپنے آپ کو پورے ایمان ویقین کے ساتھ خوب مضبوطی سے وابستہ کرنا ہوگا۔ اسی میں پوری انسانیت کی دنیوی واخروی فلاح ہے۔ ہر صاحبِ بصیرت انسان اس بات کو بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ انسانیت اپنے فکری ارتقاء اور نظامِ عدل کی فطری پیاس کی تسکین کے سامان کی تلاش میں اسی منزل کی جانب اپنا سفر طے کر رہی ہے۔ اسی طرح حضرتِ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے ارشادات کی روشنی میں بھی یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اب وہ دَور کچھ زیادہ دُور بھی نہیں ہے کہ جب یہ خواب پوری طرح شرمندۂ تعبیر ہو جائے گا اور یہ چمن نغمۂ توحید سے معمور ہو جائے گا۔ یعنی انسانیت عدلِ اجتماعی اور باہمی محبت واتفاق کی نعمت سے سیراب ہو کر اپنے خالق کی جانب سے عطا کردہ دینِ حق کی تعلیم پر عمل کی صورت میں اس کی رحمت اور عافیت کے سائے میں سکون کا سانس لے سکے گی۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس مشن کی تکمیل کے لیے اور انسانیت کو اس معراج سے ہمکنار کرانے کے لیے امتِ محمدی ﷺ پر بڑی بھاری اور کٹھن ذمہ داری عائد ہوتی ہے‘ جس کی ادائیگی کے لیے اسے بہرصورت کمر کسنی ہوگی اور میدانِ عمل میں آنا ہوگا۔ ایک طرف اس امت کو اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لیے بھرپور اجتماعی جِدّوجُہد کرنی ہوگی اور دوسری طرف اس جدوجہد کے دوران مطلوبہ کیفیات وجذبات سے پوری طرح سرشار ہونے کے لیے افرادِ اُمت کو اپنے نفوس کی تربیت کے لیے پورے استقلال کے ساتھ محنت کرنی ہوگی۔ اُمت کے اسی فرضِ منصبی کا کسی قدر اختصار سے ذکر اور انہی کیفیات وجذبات میں سے ایک اہم جذبہ (بقولِ اقبال) ’’جذبِ باہم‘‘ کا کسی قدر تفصیل سے بیان اس مضمون کی تحریر میں پیشِ نظر ہے۔

مقصدِ اُمّت

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام میں اِس امت کو جس مقصدِ عظیم کے لیے برپا کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ اِس کا ذکر سورۂ آلِ عمران کی آیت میں ان الفاظ میں ہوا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ﴾ (آلِ عمران: ۱۱۰)

’’تم بہترین اُمت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی بھلائی وہدایت) کے لیے‘ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اِس مقصد کے حصول و تکمیل کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین پر انفرادی و اجتماعی سطح پر پوری طرح عمل پیرا ہو۔ اس مطالبے کا ذکر قرآنِ حکیم کی مختلف آیات میں آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾﴾

''اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور نہ چلو شیطان کے نقشِ قدم پر۔ بے شک وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ اس مطالبے کی تکمیل نفاذِ دین کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اس مقصد کے حصول کے لیے دوسرا مطلوبہ کام یہ ہے کہ یہ امت دعوتِ دین کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں سرگرم رہے۔ اس ذمہ داری کا ذکر بھی قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر اور احادیث نبویہ ﷺ میں بہت پیرایوں میں وارد ہوا ہے، جبکہ سورۃ النحل میں باقاعدہ اس کا طریقہ بھی سکھایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ﴾ (آیت ۱۲۵)

''(اے نبی ﷺ!) بلایئے (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بحث (ومناظرہ) اِس انداز سے کیجیے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔''

چنانچہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے اس امت کے افراد کو جس جذبے سے سرشار ہونا ہوگا وہ انسانی ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ ہے۔ اس جذبے کے تحت بلاتفریق پوری انسانیت کی اس انداز میں خدمت کہ ان کو دنیا و آخرت کی فلاح سے ہمکنار کرانے کی کوشش کی جائے، اس امت کا فرضِ منصبی قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی جذبے کا پوری شدت سے اظہار اس امت کے افراد کے باہمی تعلقات میں بھی مطلوب ومحمود ہے۔ گویا یہ وہ اہم خصوصیت ہے کہ جس کے پیدا ہونے سے اسلام کو ماننے والے افراد ایک واقعی امت کی شکل اختیار کر پاتے ہیں اور اگر یہ کیفیت موجود نہ ہو تو اس امت کے لیے اپنے مقصد کا حصول انتہائی مشکل قرار پائے گا۔ اسی لیے اس وصف کا پیدا کرنا اور اس کا پروان چڑھتے رہنا از حد ضروری ہے۔ پیشِ نظر تحریر کے بقیہ حصہ میں اسی کیفیت کی اہمیت اور اس حصول کے لیے کچھ نکات کی وضاحت کرنا مقصود ہے۔

اُخوت ومحبت

قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ میں اس وصف کے بیان کے لیے کئی عناوین اختیار کیے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام میں اِس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ اِس امتِ مسلمہ کے افراد اپنے ایمان کی بنیاد پر آپس میں ایک بہت مضبوط اور گہرے رشتہ اخوت کے ذریعے جڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ١٠)

''بے شک اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں۔''

گویا دولت ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد اب مسلمان بلاتفریق لسان، رنگ، نسل وعلاقہ، ایک عالمگیر اخوت و بھائی چارے کے رشتے میں منسلک ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس رشتے کی بدولت مسلمانوں کے درمیان گہری اخوت

ومحبت کی کیفیت پیدا ہونی چاہیے۔ یہی رشتہ ہے کہ جس کے تقاضوں کی ادائیگی کا خیال رکھنے کی بدولت دینِ محمدی ﷺ کو ماننے والے اس دنیا میں ایک مضبوط اُمت اور جسدِ واحد کی سی شکل اختیار کر سکیں گے۔ اس کے بعد ہی یہ اُمت اپنے پیشِ نظر مقصد کے حصول کے لیے پیش قدمی کر سکتی ہے۔ باہمی اخوت ومحبت کی اِسی کیفیت کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے سورۃ الفتح میں فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح:۲۹)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اور (وہ سعادت مند) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں' آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔''

بقولِ علامہ اقبال مرحوم: ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن!

بدقسمتی سے موجودہ دور میں بالعموم مسلمان (بشمول تحریکاتِ اسلامی سے وابستہ بہت سے کارکنان ورفقاء) اس وصف میں خاصے کمزور اور اکثر وبیشتر تہی دست نظر آتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ایک بہت بڑا سوال یہ ہے کہ آخر یہ کیفیت کیسے پیدا ہوئی اور اس کے تدارک کا طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ اس حوالے سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی مقدس سیر وحالات اور تعلیمات پر غور کرنا ہوگا۔

اہلِ عرب کی صدیوں کی باہمی قبائلی دشمنیوں نے بالعموم اور نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد سے کچھ عرصہ قبل اہل یثرب کو جنگ بعاث نے بالخصوص' جس طرح تباہی وبربادی اور منافرتِ باہمی سے دوچار کر دیا تھا' اس کے پیش نظر اخوت ومحبت کی درجہ بالا کیفیات' جن کا ذکر سورۃ الفتح کی آیت میں ہوا' کا پیدا ہو جانا کوئی آسان امر نہ تھا' لیکن یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے سچے ایمان ویقین' اعتصام بالقرآن اور صحبتِ نبوی ﷺ کی تاثیر کی بدولت اِس امت کے اوّلین وبہترین حصہ میں اخوت ومحبت کا فقید المثال جذبہ پیدا فرمایا دیا تھا۔ بمصداقِ الفاظِ قرآنی:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝۱۰۳﴾ (آل عمران)

''اور مضبوطی سے پکڑ واللہ کی رسّی کو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا' اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اُس نے تم پر فرمائی جبکہ تم تھے آپس میں دشمن' پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس احسان سے بھائی بھائی' اور تم کھڑے تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچالیا تمہیں اِس میں گرنے سے۔ یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات تا کہ تم ہدایت پر ثابت رہو۔''

اسی جذبہ کی بدولت انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے مہاجرین صحابہ ؓ کے لیے اپنے دلوں اور وسائل کے دروازے جس طرح وا کیے' وہ پوری تاریخ انسانی میں اخوت ومحبت کا نہایت شاندار اور عدیم المثال باب ہے۔ سورۃ الحشر میں اللہ

سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ﴾ (الحشر:۹)

''اور ان لوگوں کے لیے بھی جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے' اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔''

اسی طرح سورۃ المائدۃ میں افرادِ امت کو ترغیب جہاد فی سبیل اللہ کے بیان کے ضمن میں کچھ اوصاف کے اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کلامِ باری تعالیٰ میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾﴾ (المائدہ)

''اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے (تو اُس کی بدنصیبی) سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے' جو نرم ہوں گے ایمان داروں کے لیے اور بہت سخت ہوں گے کافروں پر' جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔ یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے' نوازتا ہے اسے جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی کشادہ رحمت والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔''

دراصل اس آیت میں وہ اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعتاً متصف تھے۔ انہی میں سے ایک اہم وصف باہمی تراحم والفت کا جذبہ ہے۔ اسی جذبے نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باہم شیر وشکر کر دیا تھا۔ اس کیفیت کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے ایک بہت بڑے احسان اور نوازش کے طور پر سورۃ الانفال میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾﴾ (الانفال)

''اور اسی نے اُلفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں' اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں' لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان۔ بلاشبہ وہ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔''

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی اسی عنایت کی بدولت ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جسدِ واحد کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ حضرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں پوری امت کو اسی طرح ایک جسدِ واحد کی شکل اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))(۱)

''ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی و شفقت میں تم مؤمنوں کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔''

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ (۲)

''مؤمن ایک دوسرے کے لیے عمارت کی مانند ہیں' جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مسلمانوں کو ایسے ہونا چاہیے۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ امتِ محمدی ﷺ کے بہترین افراد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں دیگر مطلوبہ کیفیات کے ساتھ ساتھ جسدِ واحد ہونے کی یہ کیفیت بھی پورے عروج پر تھی کہ جس کی بدولت دعوتِ دین' نفاذِ دین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کٹھن ذمہ داریوں کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان بنا دی تھی۔ اسی طرزِ عمل کی بدولت انہیں دنیا میں عروج و سربلندی سے بھی سرفراز کیا گیا تھا۔ لیکن آج کے حالات اس سے بہت مختلف ہیں' کیونکہ ہمارا طرزِ عمل اپنے اَسلاف کے طرزِ عمل سے بہت مختلف ہے۔ اس افسوسناک کیفیت کے علاج کے لیے ہمیں اسی طریقہ کو اپنانا ہوگا جس کی رہنمائی ہمیں نبی اکرم ﷺ کی تعلیم اور قرونِ اولیٰ کے افرادِ امت سے ملتی ہے۔ اس رہنمائی کے چیدہ چیدہ نکات ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

محنتِ ایمان بذریعہ قرآن

سب سے پہلے جس محنت کے اہتمام کی بالعموم ضرورت ہے وہ سچے و پکے ایمان و یقین کی کیفیت کے حصول اور اس میں مسلسل اضافے کی کوشش ہے۔ اگر ایمان کی یہ محنت اللہ کے کلام کی بغور تلاوت کے ذریعے سے کی جائے تو یہ کلام وحدتِ فکر و عمل کی وہ روشنی اپنے پڑھنے والوں کو عطا کرتا ہے کہ جس کے اجالوں سے اختلاف و افتراق کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ اسی کلام کی بدولت قلوب ایمان کے نور سے جگمگا اٹھتے ہیں اور ایمان سے منور قلوب لازماً ایک دوسرے کی طرف شدید کشش اور میلان محسوس کرتے ہیں۔ پھر ایمان و اخلاص کی بنیاد پر پیدا ہونے والا یہ میلان اور یہ محبت ترقی کرتے کرتے اس کیفیت کو پہنچ جاتی ہے کہ دنیا کے باقی سب تعلقات اور محبتیں اس کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ اس طرح یہ کلام اپنے ساتھ اعتصام کا اہتمام کرنے والوں کو ایک پختہ اور بامقصد اجتماعیت کی شکل دے کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح تیار کر دیتا ہے۔ صد افسوس کہ ہم اکثر و بیشتر قرآن سے دوری کی وجہ سے جہاں متاعِ یقین اور وحدتِ مقصدیت سے محروم ہوتے چلے گئے وہیں نتیجتاً باہمی الفت و محبت کے جذبات سے بھی تہی دست ہوتے چلے گئے۔ اس وقت ہم جس انتشار و افتراق کی کیفیت سے دوچار ہیں' وہ ہمارے اسی (کسی نہ کسی درجہ میں) ہجرانِ قرآن کا نتیجہ ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور ان کے بعد مولانا مفتی محمد شفیعؒ ایسے اکابر اُمت کی تشخیص یہی ہے۔ (بحوالہ وحدتِ امت)

حقوق کی ادائیگی

دوسرا اہم معاملہ مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی کا ہے۔ حضرتِ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں بڑی تاکید کے ساتھ اس کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے ایک ارشاد میں ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی پر چھ حقوق بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((حَقُّ الْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ: أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ ، وَيُشَمِّتَهُ إِذَا عَطَسَ ، وَإِنْ دَعَاهُ أَنْ يُجِيبَهُ ، وَإِذَا مَرِضَ أَنْ يَعُودَهُ ، وَإِذَا مَاتَ أَنْ يَشْهَدَهُ ، وَإِذَا غَابَ أَنْ يَنْصَحَ لَهُ))(۳)

''ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں: ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، وہ چھینکے تو اس کا جواب دے، دعوت دے تو اسے قبول کرے، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے اور پیٹھ پیچھے اس کی خیرخواہی کرے۔''

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے اسی بات کی تعلیم یوں فرمائی ہے کہ:

((خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ: رَدُّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ))(۴)

''پانچ چیزیں مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کے لیے واجب ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا۔''

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں مزید جامع انداز میں اس رشتہ اخوت کے تقاضوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ مِنَ الْمَعْرُوفِ سِتٌّ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ ، وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ ، وَيَشْهَدُهُ إِذَا تُوُفِّيَ ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ، وَيَنْصَحُ لَهُ بِالْغَيْبِ))(۵)

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ معروف حقوق ہیں: جب ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، جب وہ چھینکے تو اسے جواب دے (یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے)، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، جب دعوت دے تو قبول کرے، جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے، اپنے لیے جو پسند کرتا ہے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا خیرخواہ رہے۔''

مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ سے بلاتفریق وتفاوت دنیا کے تمام مسلمانوں سے متعلق 'حقوقِ مسلم' کا ایک نہایت عظیم الشان تصور سامنے آتا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے دیگر ارشادات میں ان کی مزید تشریح و توضیح بھی فرمائی ہے۔

مندرجہ بالا حقوق کی تفصیل وشرح تین عنوانات کے تحت مزید احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں درج کی جاتی ہے۔

ا: محبت وربط

اس عنوان کے تحت اپنے مسلمان بھائیوں سے خالصتاً اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنا‘ ان سے ملاقات کے لیے جانا‘ ان کے بیمار ہونے پر ان کی عیادت کرنا‘ ملاقات کے وقت اجنبی و شناسا‘ ہر دو کو سلام کرنا اور خیریت دریافت کرنا جیسے امور سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا بیان آئے گا۔ چنانچہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ملاقات کے لیے جانا بہت فضیلت اور عظیم اجروثواب کا موجب بننے والا عمل ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ عمل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔ اس حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَرَجَ رَجُلٌ يَزُوْرُ أَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِمَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا، فَلَمَّا مَرَّ بِهٖ قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ فُلَانًا، قَالَ لِقَرَابَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلِنِعْمَةٍ لَهُ عِنْدَكَ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلِمَ تَأْتِيْهِ؟ قَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّهُ فِي اللّٰهِ، قَالَ: فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ أَنَّهُ يُحِبُّكَ بِحُبِّكَ إِيَّاهُ فِيْهِ))(٦)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’ایک آدمی اپنے دینی بھائی سے ملاقات کے لیے‘ جو دوسری بستی میں رہتا تھا‘ روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ جب وہ فرشتے کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ فلاں آدمی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا تم دونوں کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرشتے نے پوچھا کہ کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جسے تم پال رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرشتے نے پوچھا: پھر تم اس کے پاس کیوں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا: میں اس سے اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کے پاس سے تیری طرف قاصد بن کر آیا ہوں کہ اس بھائی کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔‘‘

حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوا کہ اپنے بھائی سے خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے محبت کرنا اور اسی خاطر اس سے ملاقات کے لیے جانا ایسا عمل ہے کہ جس کے باعث بندۂ مؤمن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت جیسی عظیم نعمت حاصل ہوتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرنا‘ اس وصف کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی تکمیل کی علامت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ))(٧)

’’جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی‘ اللہ کی وجہ سے نفرت کی اور اللہ ہی کی خاطر مال دیا اور اللہ ہی کی خاطر مال روکا تو بیشک اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا وقرب کی خاطر اپنے مسلمان بھائیوں سے خلوص واخلاص کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کرنا‘ اللہ کی محبت کے وجوب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ درج ذیل حدیثِ قدسی میں اسی اہم بات کی وضاحت

ہمارے سامنے آتی ہے۔

عَنْ أَبِی اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقِ الشَّامِ فَإِذَا أَنَا بِفَتًی بَرَّاقِ الثَّنَایَا وَإِذَا النَّاسُ حَوْلَهُ إِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ أَسْنَدُوْهُ إِلَیْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَأْیِهٖ ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِیْلَ هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُ قَدْ سَبَقَنِیْ بِالْهَجِیْرِ [وَقَالَ اِسْحَاقُ بِالتَّهْجِیْرِ] وَوَجَدْتُهُ یُصَلِّیْ، فَانْتَظَرْتُهُ، حَتّٰی اِذَا قَضٰی صَلَاتَهُ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، فَقُلْتُ لَهٗ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: أَاللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللّٰهِ! فَقَالَ: أَاللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللّٰهِ! فَأَخَذَ بِحُبْوَةِ رِدَائِیْ فَجَبَذَنِیْ اِلَیْهِ، وَقَالَ: أَبْشِرْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ))(۸)

’’ابوادریسؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا‘ وہاں ایک نوجوان اور کم عمر صحابیؓ بھی تھے۔ ان کا رنگ کھلتا ہوا‘ بڑی اور سیاہ آنکھیں اور چمکدار دانت تھے۔ جب لوگوں میں کوئی اختلاف ہوتا اور وہ کوئی بات کہہ دیتے تو لوگ ان کی بات کو حرفِ آخر سمجھتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگلے دن میں بہت جلدی گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے (مسجد میں) موجود ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کا انتظار کیا‘ یہاں تک کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا: بخدا! میں اللہ کے جلال کی وجہ سے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے دوبار قسم دے کر پوچھا: واقعی؟ میں نے بھی قسم کھا کر جواب دیا۔ انہوں نے میری چادر کا پلو پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لیے طے شدہ ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں‘ میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں‘ میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں‘ اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اس حدیث قدسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے تعلق خاطر رکھنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اپنے مسلمان بھائی سے یہی تعلق اور ملاقات اس وقت اور بھی اجر و ثواب کا باعث بن جاتی ہے جب وہ کسی تکلیف و پریشانی کا شکار ہو اور اس کی حوصلہ افزائی‘ تسلی اور ڈھارس بندھانے کے لیے اس سے ملاقات کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بیماری کی کیفیت میں عیادت کی غرض سے ملاقات کرنے کی حضرت رسول اللہ ﷺ نے بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

((مَنْ أَتٰی أَخَاهُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا مَشٰی فِی خَرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَجْلِسَ، فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ، فَإِنْ کَانَ غُدْوَةً صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُمْسِیَ، وَإِنْ کَانَ مَسَاءً صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰی یُصْبِحَ))(۹)

’’جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے آ رہا ہو تو وہ جنت میں چل رہا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے‘

اور جب وہ بیٹھ جائے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت و بخشش کی دعا کرتے ہیں' اور اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کی خبر گیری اور تسلی کے لیے چل کر آنے' اُس کے پاس بیٹھنے اور اس کے نتیجے میں فرشتوں کی طرف سے دعائے مغفرت کی صورت میں کیسا عظیم اجر بندۂ مؤمن کو عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیثِ مبارکہ میں حضرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو جہنم سے بچاؤ اور دوری کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا))(۱۰)

''جس نے تمام آداب و شرائط کے ساتھ وضو کیا اور محض اجر و ثواب کی خاطر اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو وہ دوزخ سے ستر خریف کے برابر دُور کر دیا جاتا ہے۔''

اس حدیث کے راوی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خریف کس کو کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا سال کو۔''

اسی طرح ایک اور ارشادِ مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کے دوران مشغولیت کو جنت کی وادیوں کی سیر کے مترادف قرار دیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ))(۱۱)

''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپس آنے تک جنت کے میوہ زار میں رہتا ہے۔''

جبکہ ایک دوسری حدیث مبارکہ میں اس بات کا ذکر فرمایا کہ یہ عمل کامیابی دلانے والا اور جنت میں لے جانے والا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا زَارَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَوْ عَادَهُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: طِبْتَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا))(۱۲)

''جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات یا بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تو کامیاب ہو گیا اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔''

اگلی بات یہ کہ ملاقات کے وقت اپنے مسلمان بھائی کی خدمت میں سلام کا ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کی بھی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث ملاحظہ ہو:

عَنِ الْبَرَّاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ ، وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِي ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ، وَالْقَسِّيَّةِ، وَالْاِسْتَبْرَقِ ، وَالدِّيْبَاجِ))(۱۳)

''براء بن عازب ؓ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا اور سات سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں ان باتوں کا حکم فرمایا: جنازہ کے ساتھ جانا' چھینکنے والے کا جواب دینا' قسم کو پورا کرنا' بیمار کی عیادت کرنا' مظلوم کی مدد کرنا' سلام کرنا اور دعوت قبول کرنا۔ اور ان چیزوں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی' چاندی کے برتن' ریشمی گدے جو سوار گھوڑے پر ڈالتے ہیں' ریشمی پارچہ جات' کتان' استبرق' خالص ریشم۔''

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے سلام کا اہتمام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنِ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ ، تَسْلِيْمُهٗ عَلٰى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ))(۱۴)

''جب صبح ہوتی ہے تو آدمی کے ایک ایک پور پر صدقہ لازم ہے' کسی سے مل کر سلام کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔''

جبکہ ایک اور ارشادِ مبارک میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو خیر اسلام قرار دیا ہے اور ہر مسلمان کو' خواہ شناسا ہو یا اجنبی' سلام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ))(۱۵)

''تمہارا کھانا کھلانا اور تمہارا ہر شخص کو سلام کرنا خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔''

اس ارشادِ مبارک سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے کثرتِ سلام سے متعلق کیسی تعلیم اپنی امت کو مرحمت فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ:

اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ اَيْضًا(۱۶)

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے' پھر اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر وغیرہ حائل ہو جائے اور دوبارہ ملاقات ہو تو اسے پھر سے سلام کرے۔''

تیسری بات یہ ہے کہ ملاقات کے وقت اپنے بھائی سے مصافحہ کرنا گناہوں کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب ؓ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسکرانے لگے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ اس طرح کیوں کیا؟ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں' البتہ آپ نے خیر کے ارادے سے ہی ایسا کیا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَفَعَلَ بِيْ مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلْتُ بِكَ، فَسَاَلَنِيْ فَقُلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ قُلْتَ لِيْ، فَقَالَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيُسَلِّمُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ وَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُهٗ اِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَفَرَّقَانِ حَتّٰى يُغْفَرَ لَهُمَا))(۱۷)

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ بھی اسی طرح کیا تھا اور مجھ سے بھی یہی سوال پوچھا تھا اور میں نے بھی تمہارے والا جواب دیا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

’’جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو‘ تو جب وہ دونوں جدا ہوتے ہیں تو ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘

چوتھی بات یہ کہ ملاقات کے موقع پر خیریت دریافت کرنا اور دعا دینا بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مبارک تعلیم ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْقَى رَجُلًا فَيَقُوْلُ: ((يَا فُلَانُ كَيْفَ أَنْتَ؟)) فَيَقُوْلُ: بِخَيْرٍ أَحْمَدُ اللّٰهَ ، فَيَقُوْلُ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((جَعَلَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ))، فَلَقِيَهُ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: ((كَيْفَ أَنْتَ يَا فُلَانُ؟)) فَقَالَ: بِخَيْرٍ اِنْ شَكَرْتُ، قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّكَ كُنْتَ تَسْأَلُنِيْ فَتَقُوْلُ: جَعَلَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ، وَاِنَّكَ الْيَوْمَ سَكَتَّ عَنِّيْ، فَقَالَ لَهُ: ((اِنِّيْ كُنْتُ أَسْأَلُكَ فَتَقُوْلُ بِخَيْرٍ أَحْمَدُ اللّٰهَ ، فَأَقُوْلُ جَعَلَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ ، وَاِنَّكَ الْيَوْمَ قُلْتَ اِنْ شَكَرْتُ، فَشَكَكْتُ فَسَكَتُّ عَنْكَ))(۱۸)

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جب بھی نبی اکرم ﷺ کو ملتا تو آپ ﷺ اس سے دریافت فرماتے: ’’تمہارا کیا حال ہے؟‘‘ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا کہ میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ نبی ﷺ اسے جواباً فرما دیتے کہ ’’اللہ تمہیں خیریت ہی سے رکھے‘‘۔ ایک دن جب نبی ﷺ کی اس سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے حسبِ معمول اس سے پوچھا کہ ’’تمہارا کیا حال ہے؟‘‘ اس نے جواب دیا کہ خیریت سے ہوں بشرطیکہ شکر کروں۔ اس پر نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! پہلے تو جب آپ مجھ سے میرا حال دریافت فرماتے تھے تو مجھے دعا دیتے تھے کہ اللہ تمہیں خیریت سے رکھے‘ آج آپ خاموش ہو گئے! نبی ﷺ نے فرمایا: ’’پہلے میں تم سے سوال کرتا تھا تو تم کہتے تھے کہ الحمد للہ! خیریت سے ہوں۔ اس لیے میں جواباً کہہ دیتا تھا کہ اللہ تمہیں خیریت سے رکھے۔ لیکن آج تم نے کہا کہ اگر میں شکر کروں‘ تو مجھے شک ہو گیا‘ اس لیے میں خاموش ہو گیا۔‘‘

اسی طرح ملاقات کے موقع پر اگر مسلمان بھائی خاطر تواضع کے لیے کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرے تو اس کی محبت کا خیال رکھتے ہوئے اسے تناول کرنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلٰى أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَأَطْعَمَهُ طَعَامًا فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ، فَاِنْ سَقَاهُ شَرَابًا مِنْ شَرَابِهِ فَلْيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ))(۱۹)

’’جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے کھانا کھلائے تو جانے والے کو کھا لینا چاہیے‘ البتہ خود سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر پینے کے لیے کوئی چیز دی جائے تو پی لینی چاہیے‘ البتہ خود سے سوال نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

ب: دعا کا اہتمام

اس عنوان کے تحت مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی کے ضمن میں ان کے لیے دعاؤں کے اہتمام کی جو تعلیم

ہمارے دین میں وارد ہوئی ہے‘ اس کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے افرادِ اُمت کو اس بات کی خصوصی تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں دعائے خیر کا مسلسل اہتمام کرتے رہیں۔ اس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے یہی بات کافی ہے خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام میں ان الفاظ کی با قاعدہ تعلیم فرمائی ہے کہ جن کے ذریعے بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بقیہ افرادِ امت کے لیے بالعموم دعائے خیر کا اہتمام کرنا مطلوب ہے۔ چنانچہ سورۃ الحشر میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴿۱۰﴾﴾ (الحشر)

’’اور جو ان کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں کہ پروردگار! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ وحسد نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا‘ بہت مہربان ہے۔‘‘

حضرتِ رسول اللہ ﷺ نے دعاؤں کا اہتمام کرنے کی تعلیم کی وضاحت ہی میں یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی کو چھینک آ جائے تو سامنے والے مسلمان کو اس موقع پر کن الفاظ میں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ ادب نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل ارشاد سے واضح ہے‘ جو حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے:

((اِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَإِذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَهٗ أَخُوْهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَإِذَا قِيْلَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ))(۲۰)

’’جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ دوسرا مسلمان بھائی اس سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سن کر اسے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے‘ پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔‘‘

بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پہلو کو کس قدر اہمیت دیتے ہوئے اُمت کے سامنے تفصیل سے بیان فرمایا ہے تا کہ اس کی بدولت باہمی الفت ومحبت کے جذبہ کو جلا ملتی رہے۔ اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی بھی موقع پر دعا کرنے کی عمومی فضیلت بھی بیان فرمائی۔ حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ))(۲۱)

’’جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہی چیز تجھے بھی مرحمت فرمائے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ سے بھی اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرنے کی فضیلت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو اتنا محبوب ہے کہ اس کی بدولت دعا کرنے والے کو وہی خیر مرحمت فرمایا جاتا ہے جس کی درخواست وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بھائی کے لیے پیش کر رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی مسلمان کے انتقال کے موقع پر اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو کر اس کی مغفرت کے لیے دعا

کرنے پر دعا کرنے والے اور میت دونوں کو رب العالمین اجرِ عظیم عطا فرماتے ہیں۔ ذیل میں اس سے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ)) قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: ((مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ)) انْتَهٰى حَدِيْثُ أَبِي الطَّاهِرِ وَزَادَ الْآخَرَانِ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمَّا بَلَغَهُ حَدِيْثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقَدْ ضَيَّعْنَا قَرَارِيطَ كَثِيْرَةً (۲۲)

''جو آدمی جنازہ میں حاضر ہوا یہاں تک کہ نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لیے ایک قیراط ثواب ہے' اور جو اس کے دفن تک موجود رہا اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے''۔ عرض کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو بڑے پہاڑوں کی مانند''۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھا کر واپس آ جایا کرتے تھے۔ جب ان کو حدیثِ ابو ہریرہؓ پہنچی تو فرمایا: ''ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیے۔''

اسی طرح ایک اور حدیثِ مبارکہ میں اس بات کا ذکر فرمایا کہ مسلمانوں کی دعائے مغفرت کس طرح میت کے لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ حضرت کریبؒ مولیٰ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے کا مقامِ قدید یا عسفان میں انتقال ہو گیا تو آپؓ نے فرمایا: کریب! دیکھو اس کے لیے کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نکلا تو لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے ان کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہارے اندازے میں وہ چالیس ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت نکال لاؤ' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ))(۲۳)

''جو کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہوں تو اللہ ان کی سفارش اس میت کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔''

ج: خیر خواہی

اگلی اہم بات مسلمانوں کے حقوق کے حوالے سے ان کی خیر خواہی ہے۔ اس حوالے سے کثرت سے احادیثِ مبارکہ میں اس امر کی اہمیت وضرورت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیثِ مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنْ؟ قَالَ: ((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ))(۲۴)

''دین تو بس نصیحت ہے''۔ تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ' اُس کی کتاب' مسلمان اہلِ اقتدار اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے اخلاص و وفاداری اور خیر خواہی کے رویے کو ہی حاصلِ دین قرار دیا ہے۔ اگر توجہ موضوع کی مناسبت سے مسلمانوں کی خیر خواہی پر مرکوز رکھی جائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دیگر ارشادات میں اس کو انتہائی اہم قرار دیتے ہوئے' سلبی و ایجابی' ہر دو پہلو کی مناسبت سے تفصیلی رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ یہ وہ امر ہے کہ جس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض سے بیعت بھی لی ہے۔ چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِلْمُسْلِمِ(۲۵)

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کا رویہ اپنانے پر بیعت کی۔''

اس خیر خواہی کا اظہار کن کن طریقوں سے مطلوب ہے؟ اس حوالے سے بھی آپ ﷺ نے رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ چند احادیثِ مبارکہ اس حوالے سے پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))(۲۶)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کے واسطے وہی بات نہ چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں ایک بندۂ مؤمن کے ایمان کی تکمیل کی ایک علامت اپنے مسلمان بھائیوں کی ایسی خیر خواہی و ہمدردی کے جذبے کو قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اپنے بھائی کے لیے بھی ہر اُس خیر کو پسند کیا جانا چاہیے جو وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہو۔ چنانچہ اسی خیر خواہی کا ایک مظہر یہ بھی قرار دیا گیا کہ ہر حال میں اپنے مسلمان بھائی کو ہلاکت اور ظلم سے بچانے اور روکنے کی کوشش کی جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: ((تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ))(۲۷)

''اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو!'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتا ہے' ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس کا ہاتھ پکڑ لو (یعنی اسے ظلم سے روکو)۔''

اسی خیر خواہی کی وضاحت آپ ﷺ نے ایک اور ارشادِ مبارکہ میں فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۲۸)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے' اور جو آدمی اپنے

کسی مسلمان بھائی سے کوئی مصیبت دور کرے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا۔ اور جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ مبارکہ میں اس رشتہ اخوت اور خیر خواہی کے تقاضوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

((لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ))(۲۹)

"آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، دھوکہ نہ دو، بغض نہ رکھو، قطع تعلقی نہ کرو، اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر اپنی بیع نہ کرے، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (پھر آپؐ نے فرمایا:) کسی مسلمان کے برا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت و آبرو حرام (قابلِ احترام) ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں مزید تفصیل سے خیر خواہی کے تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ تقویٰ کی حقیقت کی تفہیم کے لیے بھی یہ ارشادِ مبارک ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس رشتہ اخوت اور خیر خواہی کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے ایک مسلمان کے دل کا تقویٰ کے وصف سے متصف ہونا ضروری ہے۔

اس خیر خواہی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے حوالے سے چند مزید احادیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ))(۳۰)

"اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے گا اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے گا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان بھائی کو کسی بھی طرح کی مصیبت و مشکل سے دوچار دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ یہ رویہ خیر خواہی کی مطلوبہ کیفیت کے منافی ہے۔ اس کیفیت میں ایک مسلمان کو کرنا یہ چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کشائی کے لیے دعا کرے، اور اس کے بعد عملی طور پر جو کچھ کر سکتا ہے وہ کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اس طرزِ عمل پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قرب و نصرت، اجرِ عظیم اور قیامت میں آسانیوں کے حصول کی بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ))(۳۱)

''جو (مسلمان) آدمی کسی مسلمان سے دُنیوی مصائب میں سے کوئی مصیبت دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک اور اہم امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے' یعنی اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی عیب ہمارے علم میں آ جائے تو عام حالات میں اس کو اِخفاء میں رکھتے ہوئے اصلاحِ احوال کے لیے دعا اور کوشش جاری رکھی جائے۔ جبکہ کئی احادیثِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری کرنے کا طرزِ عمل اختیار کرنے والے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ كَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ حَتّٰى يَفْضَحَهُ بِهَا فِي بَيْتِهِ))(۳۲)

''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی عیب پوشی فرمائے گا' اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ دری کی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرمائے گا' یہاں تک کہ اسے گھر بیٹھے رسوا کر دے گا۔''

ایک اور ارشاد میں خطبہ دیتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہ رکھنے کے طرزِ عمل پر تنبیہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيمَانُ إِلٰى قَلْبِهِ! لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ))(۳۳)

''اے لوگوں کے وہ گروہ جو صرف زبانوں سے اسلام لائے ہیں اور ایمان ان کے دلوں میں نہیں پہنچا! مسلمانوں کو اذیت نہ دو' انہیں عار نہ دلاؤ اور ان میں عیوب مت تلاش کرو' کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتا ہے' اور جس کی عیب گیری اللہ تعالیٰ کرنے لگے اسے وہ ذلیل کر دے گا' اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔''

اگر کسی مسلمان کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی عیب جوئی اور پردہ دری کی جا رہی ہو تو اسے خاموش نہیں رہنا چاہیے بلکہ اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرنا چاہیے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۳۴)

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس سے قیامت کے دن جہنم کی آگ کو دور کرے۔''

اسی طرح اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لیے پرخلوص کوششیں کرتے رہنا بھی اسی خیرخواہی کا حصہ ہے۔ ایک ارشادِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے مسلمان بھائی کو مفید بات کی تعلیم دینے کو افضل صدقہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ))(۳۵)

''بہترین صدقہ یہ ہے کہ مسلمان شخص علم حاصل کر کے اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔''

علم کا سیکھنا اور پھر اس کا دوسرے بھائیوں کو سکھانا' وہ صدقہ ہے کہ جس کا ایصالِ اجر ایک مسلمان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ بلاشبہ علوم میں سب سے افضل علم' دین وقرآن کا علم ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اس علم کے سیکھنے سکھانے والوں کو اپنی امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))(۳۶)

''تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اَفرادِ اُمت کو علم نہ رکھنے والے مسلمان بھائیوں کے ساتھ علم سکھانے اور ان کی اصلاح کرنے کے دوران انتہائی شفقت ومحبت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ حدیث مبارکہ درج ذیل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِمُحَمَّدٍ وَلَا تَغْفِرْ لِأَحَدٍ مَعَنَا، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: ((لَقَدِ احْتَظَرْتَ وَاسِعًا)) ثُمَّ وَلّٰى حَتّٰى إِذَا كَانَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَشَجَ يَبُوْلُ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدَ أَنْ فَقِهَ: فَقَامَ إِلَيَّ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ فَلَمْ يُؤَنِّبْ وَلَمْ يَسُبَّ، فَقَالَ: ((إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيْهِ، وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَلِلصَّلَاةِ)) ثُمَّ أَمَرَ بِسَجْلٍ مِنْ مَاءٍ فَأُفْرِغَ عَلٰى بَوْلِهِ(۳۷)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا اور (دعا میں) کہا: اے اللہ! میری اور محمد (ﷺ) کی بخشش فرما دیجیے اور ہمارے ساتھ (یعنی میرے اور محمد ﷺ کے) کسی اور کو نہ بخشیے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا ''تم نے وسیع چیز (اللہ عزوجل کی وسیع رحمت مراد ہے) کے گرد باڑ لگا دی اور اسے تنگ کر دیا''۔ پھر وہ دیہاتی پیٹھ پھیر کر چلا' اور جب مسجد کے ایک گوشہ میں پہنچا تو ٹانگیں پھیلا کر پیشاب کرنے لگا۔ پھر دین کی سمجھ آنے کے بعد (یہ قصہ بیان کر کے) دیہاتی نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' مجھے نہ تو آپ ﷺ نے

ڈانٹا‘ نہ برا بھلا کہا‘ صرف یہ فرمایا کہ ’’یہ مسجد پیشاب کی جگہ نہیں ہے‘ بلکہ یہ اللہ کے ذکر اور صلاۃ کے لیے بنائی گئی ہے‘‘۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ڈول پانی لانے کا حکم دیا اور وہ پانی اس کے پیشاب پر بہادیا گیا۔‘‘

حدیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے طبعی نقصان سے بچانے کی غرض سے دورانِ پیشاب اس اعرابی کو روکنے سے احتراز فرمایا‘ اس کی فراغت کے بعد پانی بہانے کا حکم ارشاد فرمایا اور اس کی اصلاح بھی فرمائی۔

صحابہ کرام ؓ کی زندگیاں بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھائیوں کی خیر خواہی سے متعلق ان کی کیسی عظیم الشان تربیت فرمائی تھی۔ جب حضرت سلمان فارسی ؓ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت ابودرداء ؓ کا بھائی بنا دیا۔ چونکہ ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا تو حضرت اُمّ درداء ؓ نے حضرت سلمان ؓ کو ابودرداء ؓ کے بارے میں بتایا کہ وہ عبادات میں غیر معمولی مجاہدہ کرتے ہیں اور اس وجہ سے دیگر حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں حرج واقع ہوتا ہے۔ اس پر حضرت سلمان ؓ نے بڑے حکیمانہ طریقے سے ابودرداء ؓ کو متوجہ کیا اور خیر خواہی کا وہ عملی نمونہ پیش فرمایا جو قیامت تک آنے والوں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ أَبِیهِ قَالَ آخَی النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ سَلْمَانَ وَأَبِی الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَی أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِی الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ كُلْ، قَالَ فَإِنِّی صَائِمٌ، قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتّٰی تَأْكُلَ، قَالَ فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِی حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ((صَدَقَ سَلْمَانُ))(۳۸)

’’عون بن ابی جحیفہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں‘ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے سلمان اور ابودرداء ؓ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ سلمانؓ ابودرداءؓ سے ملاقات کو گئے تو اُمّ درداء ؓ کو بہت پریشان حال پایا۔ ان سے پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ پھر ابودرداءؓ آئے تو سلمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا اور کہا کہ کھاؤ! (پھر اپنے بارے میں بتایا کہ) میں تو (نفلی) روزے سے ہوں۔ انہوں نے کہا: میں تو نہیں کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے کھالیا۔ جب رات آئی تو ابودرداءؓ اٹھے تاکہ عبادت کریں۔ سلمانؓ نے کہا: سوئے رہو! چنانچہ وہ سو گئے۔ پھر عبادت کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: سوئے رہو! جب رات کا آخری حصہ آیا تو سلمانؓ نے کہا کہ اب اٹھو۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ سلمانؓ نے ان سے کہا: تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہارے بیوی بچوں کا تم پر حق ہے‘ اس لیے ہر مستحق کا حق ادا کرو۔ پھر ابودرداءؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ’’سلمانؓ نے درست کہا۔‘‘

حضرت سلمان فارسیؓ کی جانب سے حضرت ابودرداءؓ کی اس حکیمانہ انداز میں اصلاح پر نبی اکرمﷺ نے بھی مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ یہ واقعہ ہم سب کے لیے بھی ایک روشن مثال ہے کہ ہمیں اپنے بھائیوں کی اصلاح وتربیت کے حوالے سے کس طرح فکرمند ہونا چاہیے اور اس کے لیے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

روشِ احسان پر عمل

اس موقع پر اگر ایسے عوامل کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے کہ جن کی بدولت انسانوں کے مابین دوریاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں تو ان میں ایک بہت اہم شے 'شحِ نفس' ہے۔ نفس کی کمزوری سے بچا لیے جانے کو اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے اپنا خاص فضل اور فلاح وکامیابی کے لیے کلید قرار دیا ہے۔ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۹﴾ (الحشر)

''اور جو نفس کی لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اس شُحِ نفس کی حقیقت کیا ہے اور اس کی وجہ سے انسانوں کے باہمی تعلقات میں کس طرح خلل واقع ہوتا ہے' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''بچ گئے نہیں فرمایا گیا بلکہ بچا لیے گئے ارشاد ہوا ہے' کیونکہ اللہ کی توفیق اور اس کی مدد کے بغیر کوئی شخص خود اپنے زورِ بازو سے دل کی تونگری نہیں پا سکتا۔ یہ خدا کی وہ نعمت ہے جو خدا ہی کے فضل سے کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ شُح کا لفظ عربی زبان میں کنجوسی اور بخل کے لیے استعمال ہوتا ہے' مگر جب اس لفظ کو نفس کی طرف منسوب کر کے شُحِ نفس کہا جائے تو یہ تنگ نظری' تنگ دلی' کم حوصلگی' اور دل کے چھوٹے پن کا ہم معنی ہو جاتا ہے جو بخل سے وسیع تر چیز ہے' بلکہ خود بخل کی بھی اصل جڑ وہی ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے آدمی دوسرے کا حق ماننا اور ادا کرنا تو درکنار اس کی خوبی کا اعتراف تک کرنے سے جی چراتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں سب کچھ اُسی کو مل جائے اور کسی کو کچھ نہ ملے۔ دوسروں کو خود دینا تو کجا' کوئی دوسرا بھی اگر کسی کو کچھ دے تو اس کا دل دکھتا ہے۔ اس کی حرص کبھی اپنے حق پر قانع نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرتا ہے' یا کم از کم دل سے یہ چاہتا ہے کہ اُس کے گرد وپیش دنیا میں جو اچھی چیز بھی ہے اسے اپنے لیے سمیٹ لے اور کسی کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔ اسی بنا پر قرآن میں اس برائی سے بچ جانے کو فلاح کی ضمانت قرار دیا گیا ہے' اور رسول اللہﷺ نے اس کو ان بدترین انسانی اوصاف میں شمار کیا ہے جو فساد کی جڑ ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ))(۳۹)

''ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے' اور حرص سے بچو کیونکہ حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے اور حرص ہی کی وجہ سے انہوں نے لوگوں کے خون بہائے اور حرام کو حلال کیا۔''

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت میں الفاظ یہ ہیں:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ فَقَالَ: ((اِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ، فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ، اَمَرَهُمْ

بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا، وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا، وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا))(۴۰)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''حرص سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی حرص کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ حرص نے ان کو بخل کا حکم دیا تو انہوں نے بخل کو اختیار کرلیا' اور حرص نے جب ان سے ناتہ توڑنے کا کہا تو ناتہ توڑ بیٹھے' اور جب حرص نے فسق و فجور پر ابھارا تو اس کے مرتکب ہوئے۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ الْاِیْمَانُ وَالشُّحُّ))(۴۱)

''ایمان اور شحِ نفس کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔''

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ))(۴۲)

''دو خصلتیں ہیں جو کسی مسلمان کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں: ایک بخل اور دوسرا بدخلقی۔''

مندرجہ بالا وضاحت سے یہ بات نکھر کر سامنے آ گئی کہ روحِ اخوت کو بری طرح پامال کرنے والی شے شحِ نفس ہے۔ اس خرابی کو رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ہلاکت خیز بھی قرار دیا ہے۔ فرمایا:

((ثَلَاثٌ مُنْجِیَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ، وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ))(۴۳)

''تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں' اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں: (۱) خوفِ خدا' خلوت میں اور جلوت میں' یعنی ظاہر میں اور باطن میں۔ (۲) حق بات کہنا' خوشی میں اور غصہ میں۔ اور (۳) میانہ روی اختیار کرنا' خوشحالی میں اور تنگدستی میں۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں: (۱) وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے۔ (۲) جی کی وہ لالچ (شح) جس کی اطاعت کی جائے۔ (۳) آدمی کی خود پسندی کی عادت' اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے۔''

حدیث مبارکہ میں جس طرح اس صفتِ رذیلہ کی مذمت وارد ہوئی اس کے پیش نظر بھی یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنے نفس کو اس سے پاک کرنے کے لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا کے ساتھ ساتھ اپنی پوری کوشش بھی کرے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم نے اس کمزوری کے متضاد کے طور پر جس وصف کا ذکر فرمایا ہے وہ صفتِ احسان ہے۔ سورۃ النحل میں اس کا حکم وارد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾﴾ (النحل)

''اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور منکر اور سرکشی کے کاموں سے منع کرتا ہے' وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔''

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں احسان کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری چیز احسان ہے‘ جس سے مراد ہے نیک برتاؤ‘ فیاضانہ معاملہ‘ ہمدردانہ رویہ‘ رواداری‘ خوش خلقی‘ درگزر‘ باہمی مراعات‘ ایک دوسرے کا پاس ولحاظ‘ دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا‘ اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا۔ یہ عدل سے زائد ایک چیز ہے جس کی اہمیت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور اس کا کمال ہے۔ عدل اگر معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔ کوئی معاشرہ صرف اس بنیاد پر کھڑا نہیں رہ سکتا کہ اس کا ہر فرد ہر وقت ناپ تول کر کے دیکھتا رہے کہ اس کا کیا حق ہے اور اسے وصول کر کے چھوڑے‘ اور دوسرے کا کتنا حق ہے اور اسے بس اتنا ہی دے دے۔ ایسے ایک ٹھنڈے اور کھرے معاشرے میں کشمکش تو نہ ہوگی مگر محبت اور شکر گزاری اور عالی ظرفی اور ایثار اور اخلاص وخیر خواہی کی قدروں سے وہ محروم رہے گا جو دراصل زندگی میں لطف وحلاوت پیدا کرنے والی اور اجتماعی محاسن کو نشوونما دینے والی قدریں ہیں۔''

چنانچہ کوشش اس بات کی ہونی چاہیے کہ شُحِ نفس سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے احسان کی روش کو اپنایا جائے۔ اسی کے نتیجے میں امید ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے نفوس کی اصلاح فرما دیں گے اور ہمیں اُمتِ مسلمہ میں مطلوب روحِ اخوت کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنا دیں گے۔

اسی طرح ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بعض اوقات انسانوں کے مابین کسی معاملے پر آپس میں اختلاف و ناچاقی کی کیفیت بھی پیش آ جایا کرتی ہے۔ ایسی کیفیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہدایت یہ ہے کہ:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (الحجرات)

''بے شک اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں‘ پس صلح کرا دو اپنے دو بھائیوں کے درمیان‘ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

چنانچہ یہ مسلمانوں کا نہایت اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر دو افراد کے مابین کوئی رنجش ہو جائے تو جلد از جلد اسے رفع کرانے کی کوشش کی جائے۔ اسی حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے ارشادات میں ہمیں رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟)) قَالُوا: بَلٰى! قَالَ: ((صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ))(۴۴)

''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو روزے‘ نماز اور صدقے سے افضل ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں محبت اور میل جول‘ اس لیے کہ آپس کا بغض تباہ کر دینے والا ہے۔''

امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اُن تک رسول اللہ ﷺ کا یہ قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ)) (۴۵)

''میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

پھر وہ دو افراد جن کے مابین ناراضگی واقع ہوئی ہے‘ انہیں بھی تاکید کی گئی ہے کہ اس ناراضگی کو جلد از جلد ختم کر دیں۔ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ كَانَ تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلَى صُرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا فَسَبْقُهُ بِالْفَيْءِ كَفَّارَتُهُ، فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلٰى صُرَامِهِمَا لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ أَبَدًا))(۴۶)

’’کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیے رکھے۔ اگر دونوں ہی تین دن سے زیادہ قطع کلامی کیے رہیں تو وہ جب تک اس حال پر رہیں گے حق سے دور رہیں گے‘ اور جو پہلے رجوع کرلے گا اس کا یہ پہل کرنا اس کے لیے کفارہ بن جائے گا۔ اگر اس نے دوسرے کو سلام کیا لیکن اس نے جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور رد کرنے والے کو شیطان۔ اگر وہ دونوں قطع تعلقی کی حالت میں ہی مر گئے تو جنت میں کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے۔‘‘

حرفِ آخر

ایمان کی کمزوری اور اپنے مقصد کی فراموشی کے باعث جہاں بحیثیتِ مجموعی اس امت میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں وہیں ایک ستم یہ بھی ہوا ہے کہ افرادِ اُمت کے دلوں میں اکثر و بیشتر ایک دوسرے کے لیے قدر و محبت کے جذبات خاصے ماند پڑ گئے ہیں اور اس تعلق کی جگہ کسی اور شے نے پُر کر لی ہے۔ شاید اسی کیفیت کا شکوہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا صَاحِبُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ بِأَحَقَّ مِنْ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنَا بِأَخَرَةٍ الْآنَ وَلَلدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ أَحَبُّ إِلٰى أَحَدِنَا مِنْ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ(۴۷)

’’ہم نے ایک زمانہ وہ دیکھا ہے جب ہماری نظروں میں درہم و دینار والا اپنے غریب مسلمان بھائی سے زیادہ حق دار نہ ہوتا تھا‘ اور اب ہم یہ زمانہ دیکھ رہے ہیں کہ جس میں دینار و درہم ایک مسلمان بھائی سے زیادہ عزیز ہیں۔‘‘

اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ اس مقصد کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے اُن چیدہ چیدہ امور کی طرف احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں نشان دہی کر دی جائے‘ جنہیں ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اخوت و محبت کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے اور ان بعض پہلوؤں کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے کہ جن کی وجہ سے اس کیفیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔

ان چند رہنما اصولوں کی روشنی میں ہم سب کو بالعموم اور ان بھائیوں کو بالخصوص جو کسی نہ کسی شکل میں یا کسی اجتماعیت سے وابستہ ہو کر نفاذِ دین کی جدوجہد میں مصروف ہیں‘ غور کرنا چاہیے کہ اپنے مقصد کے ساتھ وابستگی اور باہم اخوت و محبت کے جذبات کی موجودگی کس قدر اہم اور ضروری ہے اور اس کے اہتمام کی کس قدر فکر و کوشش ہونی چاہیے۔ نفاذِ دین کی جدوجہد میں کامیابی کے لیے جہاں ہمیں دیگر جہتوں میں بہتری اور اصلاح کے لیے اپنی کاوشیں جاری رکھنی ہوں گی‘ وہیں ایسا کردار اختیار کرنے کی طرف بھی پوری توجہ دینی ہوگی جو اُمت

مسلمہ کی عالمگیر اجتماعیت میں ’’رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ‘‘ کی روح کو بیدار کرنے اور اس کی نشوونما و پرورش کے لیے تقویت و تغذیہ کا باعث بن سکے۔ اِسی کردار کی بدولت ممکن ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اِس امتِ مسلمہ کے افراد کو از سرِ نو اپنی ذات اور اُمت کے فرضِ منصبی سے ایسی گہری وابستگی عطا فرما دے کہ جس کے ذریعے انتشار و افتراق کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھٹ جائیں اور دلوں میں باہم الفتوں اور محبتوں کے چراغ روشن ہو جائیں۔ **اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا ......آمِین یا رَبَّ الْعَالَمِین!**

حواشی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب تشبيك الأصابع في المسجد......

(۳) مسند أحمد، مسند المكثرين، مسند ابی هريرة ؓ۔

(٤) سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب في العطاس۔

(٥) مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب ؓ۔

(٦) مسند احمد، مسند المكثرين، مسند ابی هريرة ؓ۔

(۷) سنن ابی داود، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان......

(۸) مسند احمد، مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل ؓ۔

(۹) سنن ابن ماجة، كتاب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضا۔

(۱۰) سنن ابی داود، كتاب الجنائز، باب في فضل العيادة على وضوء۔

(۱۱) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض۔

(۱۲) مسند احمد، مسند ابی هريرة ؓ۔

(۱۳)صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب حق اجابة الوليمة......

(١٤) سنن ابی ابی داود، كتاب الصلاة، باب صلاة الضحى۔

(١٥) سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب في افشاء السلام۔

(١٦) سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل......

(۱۷) مسند احمد، مسند الكوفيين، حديث البراء بن عازب ؓ۔

(۱۸) مسند احمد، مسند المكثرين، حديث انس بن مالك ؓ۔

(۱۹) مسند احمد، مسند المكثرين، مسند ابی هريرة ؓ۔

(۲۰) مسند احمد، مسند المكثرين، مسند ابی هريرة ؓ۔

(۲۱) سنن ابی داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغيب۔

(۲۲) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة۔

(۲۳) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه اربعون شفعوا فيه۔

(٢٤) سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في النصيحة۔

(٢٥) مسند احمد، مسند الكوفيين، حديث جرير بن عبد اللّٰه ؓ۔

(۲۶) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیه......
(۲۷) صحیح البخاری، کتاب المظالم والغضب، باب أعن اخاك ظالما أو مظلوما۔
(۲۸) صحیح البخاری، کتاب المظالم والغضب، باب لا یظلم المسلم المسلم......
(۲۹) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم......
(۳۰) سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، باب منه۔
(۳۱) سنن الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی السترعلی المسلم۔
(۳۲) سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن......
(۳۳) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی تعظیم المؤمن۔
(۳۴) مسند احمد، مسند القبائل، بقیة حدیث ابی الدرداء ؓ۔
(۳۵) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخیر۔
(۳۶) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن......
(۳۷) سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة وسننها، باب الارض یصیبها البول......
(۳۸) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من أقسم علی أخیه لیفطر......
(۳۹) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم۔
(۴۰) سنن ابی داود، کتاب الزکاة، باب فی الشح۔
(۴۱) مسند احمد، مسند المکثرین، مسند ابی هریرة ؓ۔
(۴۲) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی البخیل۔
(۴۳) شعب الایمان للبیهقی، ص۳۹۶، الناشر: مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض۔
(۴۴) سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، باب منه
(۴۵) موطا امام مالك: کتاب الجامع، باب وحدثنی عن مالِك أنه بلغه......
(۴۶) مسند أحمد، مسند المدنیین، حدیث هشام بن عامر ؓ۔
(۴۷) مسند احمد، مسند المکثرین، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب ؓ۔